اعلیٰحضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

مادرزاد ولی

مرتبہ
حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی مدظلہ العالی
بہاولپور پاکستان

رضا اکیڈمی (رجسٹرڈ) لاہور

اعلٰحضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

مادرزاد ولی

مرتبہ

حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی مدظلہ العالی
بہاولپور پاکستان

سلسلہ اشاعت نمبر ۱۴۸

نام کتاب	....	اعلیٰ حضرت بریلوی رحمتہ اللہ علیہ ... مادرزادولی
مرتب	....	حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی مدظلہ العالی
صفحے	....	48
تعداد	....	1500
کمپوزنگ	....	احمد سجاد آرٹ پریس، موہنی روڈ لاہور۔
ناشر	....	رضا اکیڈمی، لاہور۔
اشاعت	....	۱۴۲۰ھ / ۱۹۹۹ء
مطبع	....	احمد سجاد آرٹ پریس، لاہور۔
قیمت	....	دعائے خیر بحق معاونین رضا اکیڈمی رجسٹرڈ، لاہور۔

عطیات بھیجنے کے لیے

رضا اکیڈمی اکاؤنٹ نمبر ۸۳ / ۹۳۸، حبیب بنک وسن پورہ برانچ، لاہور۔

بذریعہ ڈاک طلب کرنے والے حضرات 10 روپے کے ٹکٹ ارسال کریں۔

ملنے کا پتہ :

رضا اکیڈمی (رجسٹرڈ)

مسجد رضا محبوب روڈ، چاہ میراں، لاہور، پاکستان کوڈ نمبر ۵۴۹۰۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

اما بعد! دور حاضرہ میں عوام ولایت کی علامت کرامت کو سمجھتے ہیں حالانکہ یہ غلط ہے علامت ولایت استقامت علی الشریعۃ ہے ضمناً عرفی کرامات کا صدور ہو تو سبحان اللہ اور استقامت علی الشریعۃ کی دولت اعلیٰحضرت عظیم البرکۃ امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب پائی۔ بچپن سے وفات تک اس کرامت کو آپ نے خوب نبھایا ایسی کرامات بہت بڑے اونچے مراتب کے اولیاء میں پائی جاتی ہے اور اعلیٰحضرت تو بعض کرامات کو پیدائشی طور نصیب ہوئیں اسی لیے اس رسالہ کا نام اعلیٰحضرت بریلوی مادر زاد ولی رکھا ہے۔

منجانب :۔ مدینے کا بھکاری فقیر قادری ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ بہاولپور۔ پاکستان

تعارف

امام اہلسنت اعلیٰحضرت بریلوی رضی اللہ تعالےٰ

اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب محمدؐ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کو مبعوث فرمایا تو قدسی صفات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو آپ کی معیت کا شرف بخش کر اوجِ ثریا تک پہنچا دیا چونکہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی تھے لہٰذا تبلیغ کو جاری رکھنے کے لیے حسبِ فرمانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایسے عظیم المرتبت اشخاص پیدا فرمائے جو اپنے زمانے میں بے نظیر و بے مثال ثابت ہوئے انہی بلند پایہ ہستیوں میں سے ایک ہیں عاشق رسول مقبول مجدد المائۃ الحاضرہ امام اہلِ سُنت اعلیٰحضرت شاہ محمد احمد رضا خان صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ بمطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء بمقام بریلی ہوئی۔ ابتدائی تعلیم کے بعد مروجہ علوم وفنون کی تکمیل اپنے والد ماجد حضرت مولانا شاہ نقی علی خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کی اور تقریباً ۱۴ سال کی عمر میں آپ فارغ التحصیل ہو گئے اس کے بعد سلسلہ طریقت میں ۱۲۹۴ھ میں مارہرہ شریف حضرت سیدنا آلِ رسول احمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل کیا اور آنحضور سے تمام سلاسل کی اجازت وخلافت و سند حدیث حاصل فرمائی۔ آپ کے والدِ ماجد کو بھی حضرت آل رسول سے سند خلافت و اجازت تھی۔

پیرومرشد نے قبل وفات ۱۲۹۶ھ اپنے ولی عہد سجادہ نشین ابوالحسین نوری رضی اللہ تعالیٰ کے سپرد فرمایا۔ آپ کی قوت حافظہ کا یہ عالم تھا کہ کم وبیش ایک ماہ میں قرآن پاک حفظ کر لیا۔ باوجود بہت قلیل اساتذہ کے اللہ تعالےٰ نے آپ کے سینہ کو علوم وفنون کا گنجینہ بنا دیا۔ اس عالم رنگ وبو میں ایسی جامع العلوم ہستیاں بہت کم ہی پائی جاتی ہیں۔ آپ کم وبیش بچاس علوم وفنون میں یگانہ روزگار تھے اور ہر فن میں آپ کی متعدد کتب شائع ہو چکی ہیں تفسیر ہو یا حدیث وعلم حدیث۔ علم کلام ہو یا عقائد فقہ تصوف۔ تاریخ مناقب، لغت۔ جفر۔ تکسیر، جبر ومقابلہ لوگارثم مثلث ہندسہ، ریاضی۔ توقیت، منطق۔ علم ہیئت پر تقریباً پانچ صد کتب کی فہرست المیزان بمبئی نے شائع کی ہے جب کہ آپ کی مجموعی تصانیف کی تعداد ایک ہزار تک بتلائی جاتی ہے۔

اعلیٰ حضرت کو ایک عاشق رسول ہونے کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم سے اس درجہ عقیدت تھی کہ آپ کے قلم کی ہر جنبش سے اس کا اظہار ہوتا ہے فقہ حنفی میں زمانہ حال میں ان کا کوئی ثانی نظر نہیں آتا۔ غرضیکہ آپ نے زندگی بھر اپنے قلم سے اللہ ورسول اللہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عزت وحرمت کی حفاظت کا کام لیا۔ آپ کا قلم نہ کبھی بہکا اور نہ ہی دنیاوی مفاد کے لیے کبھی حرکت میں آیا۔ آپ کا مطمع نظر صرف اللہ ورسول کی خوشنودی تھی جیسا کہ خود ہی فرمایا ؎

کروں مدح اہل دُوَل رضاؔ پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ ناں نہیں

غرضیکہ آپ نے زندگی بھر بدمذہبوں کا رد کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت

نہ فرمایا۔ گستاخانِ رسول اللہ کو تو آڑے ہاتھوں لیا۔ اس طرح فتنۂ تفضیل ورفض وختم نبوت کے سلسلہ میں گراں بہا کتب تصنیف فرمائیں کہ جن کا جواب کسی سے بھی نہ بن پڑا۔ یعنی آپ نے جہاں توحید ورسالت کا صحیح تصور پیش فرمایا وہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم واہل بیت کے مقام کی نشان دہی کی اور متعدد کتب میں ثابت فرمایا کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد افضل بعد الانبیاء حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ردِ تفضیلیت ورفض تو آپ کو اپنے پیرخانہ سے ورثہ میں ملی تھی۔ فقہ حنفی میں آپ کی جلالت ملاحظہ فرمانے کے لیے فتاویٰ رضویہ ہی کافی ہے آپ نے امام الاعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے قدم بہ قدم چل کر ثابت فرمایا کہ فقہ حنفی ہر زمانہ میں صحیح اور پورا اترتا ہے نتیجہ کیا ہوا کہ اس گدائے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت اہل سنت کا شعار بن گیا اور بریلوی رضوی اہل سُنت کا نشان بن گیا۔

بڑے صوفیائے کرام اور پیرانِ عظام اور علماء کرام اپنے بریلوی مسلک کا اظہار فرما کر نازاں وفرحاں ہیں بلکہ اب صرف حنفی چشتی قادری کے استعمال سے کسی شخص کے صحیح العقیدہ سُنی ہونے کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔

آپ کی شاعری صرف اللہ ورسول اللہ کی خوشنودی کے لیے ہی تھی۔ حدائقِ بخشش اس بات کے شاہد ہیں کہ آپ نے حمد ونعت ومدح بزرگانِ اسلام کے لیے ہی اشعار موزوں فرمائے اور نعتیہ شاعری میں آپ کے مقابلہ کا کوئی شخص نظر نہیں آتا۔ آپ کا سلام "مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" ہر جگہ گونج رہا ہے اور تمام اہل سنت کے دلوں کو محبت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گنجینہ بنا رہا ہے۔

اگر آپ نے سیاسیات کی طرف توجہ فرمائی تو کانگریسی احراری علماء کے نظریہ کو رد فرماتے ہوئے صاف اور واشگاف الفاظ میں ثابت کیا کہ مسلمان ایک علیحدہ قومیت ہے جس کے نتیجہ میں ہم آج خطہ پاکستان بنا چکے ہیں۔

علماء اہل سنت خواہ وہ ہند و پاک کے ہوں یا حرمین شریفین کے انہوں نے توسیر رنگ میں آپ کی مدح فرمائی اور امام وقت اور مجدد مائۃ الحاضرہ تسلیم کیا لیکن آپ کی جلالت کو چار چاند لگانے کے مترادف ہے کہ مخالفین بھی آپ کے علم وفن کی عظمت کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے اختلاف رکھنے والے علماء میں جنہوں نے آپ کی مدح و توصیف فرمائی خصوصاً مودودی ماہر القادری، معین الدین ندوی۔ محمد ایوب قادری، انتظام اللہ شہابی، رئیس امروہی۔ کوثر نیازی۔ اشرف علی تھانوی، شورش کاشمیری، سلیمان ندوی، شبلی اعظمی، مرتضیٰ احسن، مولوی عظیم۔ محمد علی جوہر۔ محمد انور شاہ کاشمیری۔ مولوی اعزاز علی۔ عامر عثمانی اور شبیر احمد عثمانی جیسے مخالفین کے مسلّم بزرگ شامل ہیں۔ نمونہ کے طور ان کی عبارات ملاحظہ ہوں۔

اشرف علی صاحب تھانوی نے کہا میرے دل میں احمد رضا کے لیے احترام ہے وہ ہمیں کافر کہتا ہے لیکن عشق رسول کی بنا پر کہتا ہے کسی اور غرض سے تو نہیں کہتا (منقول حوالہ مجلہ ہفت روزہ "چٹان" لاہور ۲۳ اپریل ۱۹۶۲ء)

ملک غلام علی صاحب نائب مولانا مودودی | مولانا احمد

رضا خاں صاحب کے بارے میں ہم لوگ اب تک سخت غلط فہمی میں رہے ان کی بعض تصانیف اور فتاویٰ کے مطالعہ کے بعد میں اس نتیجہ پہ پہنچا ہوں کہ جو علمی گہرائی میں نے ان کے ہاں پائی ہے وہ بہت کم علماء میں پائی جاتی ہے اور عشق خدا و رسول تو ان کی سطر سطر سے پھوٹا پڑتا ہے۔ (ہفت روزہ، شہاب لاہور ۲۵ نومبر ۱۹۶۲ء)

امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد ملت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کا شمار ان علماء ربانیین میں ہوتا ہے۔ جو آسمان معرفت پر آفتاب ہدایت بن کر چمکے۔ آپ کی ذات ہمہ صفات متصف تھی آپ نے جس میدان میں بھی قدم رکھا دنیا نے آپ کو اسی میدان کا اعلیٰ شہسوار مانتے ہوئے یہ کہا کہ اس فن میں آپ لاثانی ہیں علم ہیئت کیا جفر کیا، فقہ و اصول کیا، معنی و بیان کیا، فلسفہ و منطق کیا، تفسیر و حدیث کیا ہر فن میں نہ صرف ماہر بلکہ ہر فن میں خداداد تجدیدی و تخلیقی صلاحیتوں کے مالک تھے اور ہر فن میں ایک نئے انداز فکر و بیان سے تصانیف فرمائیں۔ لہٰذا دنیا نے آپ کی تبحر علمی نقطہ رسی اور معنیٰ آفرینی کا لوہا مانا۔ جس طرح آپ دیگر بے شمار علوم و فنون میں باکمال تھے اسی طرح نعت گوئی میں بھی یکتا و بے مثال تھے آپ سچے عاشق رسول و محبت رسول کے نورانی اور ایمان افروز جلوے نظر آتے ہیں اس عشق و محبت کا جلوہ آپ کے نعتیہ کلام مجموعہ مسمیٰ بنام تاریخی حدائق بخشش میں بدرجہ کمال پایا جاتا ہے آپ کے کلام میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی

الفت و محبت کی بے نظیر چاشنی بھی پائی جاتی ہے اسی لیے اہل محبت نے حضور علیہ السلام کے عشق و محبت سے لطف اندوز ہونے کے لیے آپ کے کلام کو نہایت عقیدت و محبت سے اپنے سینوں میں محفوظ کر لیا ہے اور تسلی قلب کی خاطر اسے پڑھتے اور سنتے ہیں جب کبھی کوئی نعت خواں آپ کے کلام کو ترنم کے ساتھ پڑھنا شروع کرتا ہے تو ایک طرب انگیز عالم طاری ہو جاتا ہے اور سامعین اپنے آپ کو دربار رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں محسوس کرنے لگتے ہیں کیونکہ آپ کا کلام عشق و ادب فصاحت و بلاغت، لطافت و نفاست سے مرصع ہے آپ کی شاعری فنی اعتبار سے بہت بلند و بے نظیر ہے اس لیے کہ آپ ایک جید عالم اور مجدد وقت تھے آپ شان رسالت کی نزاکتوں کو خوب سمجھتے تھے لہذا آپ نے نعت گوئی کا پورا حق کر دیا اردو زبان میں آپ کے مقابلے کا کلام آج دنیا میں موجود نہیں آپ طبعی شاعر تھے آپ نے فن نعت میں کسی کے سامنے زانوے تلمذ خم نہ کیے نہ رفیع الدین سودا سے شعر گوئی کا سودا طلب کیا۔ نہ میر درد سے اس کی بھیک مانگی۔ نہ غالب کے حسن تخیل، ندرت فکر اور شوخی گفتار کے سوالی ہے۔ نہ حیدر علی آتش سے آتش فشانی کا فن سیکھا۔ نہ مومن خاں مومن سے لطافت و نزاکت کے حصول کی آرزو کی۔ نہ ذوق سے محاورات بندش کی شائستگی کا ذوق طلب کیا اگرچہ نعت میں رنگ تغزل سوز و گداز، حسن تخیل شوخی و ندرت لطافت و نفاست مربوط، بندش محاورات کا جمع کرنا کچھ آسان کام نہیں۔ جس نے بھی اس طرف توجہ کی وہ ادب سے ہاتھ دھو بیٹھا اور پرواز تخیل میں ایسی چوکڑی بھری کہ ایمان کی حدوں سے کہیں آگے نکل

گیا اور بعض نے تو کفر و شرک کی تاریک گھاٹیوں میں جا کر سانس لی بخلاف اس کے اعلیٰ حضرت کے کلام میں شرع تو درکنار خلاف ادب بھی کوئی بات نہیں پائی جاتی اکثر اہل ادب اور شعراء حضرات خود رو شعراء سے فطری تنفر رکھتے ہیں اسی ایک تنگ نظری نے اعلیٰ حضرت کے کلام کو بغور پڑھنے سے اسے مانع رکھا۔ اس لیے کہ کلام کی جو خوبیاں اعلیٰ حضرت کے کلام میں ہیں وہ عموماً شاعروں میں نہیں کاش کہ اہل ادب اور شعراء اعلیٰ حضرت کے کلام کو بغور پڑھتے تو ان کے سامنے یہ حقیقت عیاں ہو جاتی کہ واقعی اعلیٰ حضرت مولانا شاہ امام احمد رضا خاں صاحب بریلوی اردو کے نعت گو شعراء میں ہر حیثیت سے منفرد ہیں اعلیٰ حضرت خود رو شعراء میں سے نہیں مگر میں اس حقیقت کو واضح کرنا چاہتا ہوں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درباری شاعر حضرت حسان سے آپ نے روحانی فیض حاصل کیا صدیق اکبر سے ادب، فاروق اعظم سے متانت عثمان ذوالنورین سے حیاء فصاحت و بلاغت حضرت علی سے، فن بندش، حسن تخیل لطافت و نزاکت، بلال سے سوز و گداز، خالد سیف اللہ سے روانی و جولانی بفیض روحانی حاصل کیا رضی اللہ عنہم الٰہی اکابر کو اعلیٰ حضرت کے روحانی اساتذہ کہنا چاہیئے۔ اکثر شاگردوں کے کلام میں اپنے استاذ ہی کا طرز تکلم نظر آتا ہے اعلیٰ حضرت کے کلام میں رنگ اسلاف رچا ہوا ہے ہر شعر کے ہر مصرعہ میں وسعت معنیٰ کی بہار ہے اور الفاظ کا دفتر نظر آتا ہے۔

ہر شعر میں آیات قرآنی اور احادیث کے پاکیزہ کنایات استوار فرمائے ہیں۔ اعلیٰ حضرت کا اشہب اس میدان میں پوری روانی پر ہے اور ندرت

تخیل عرش کی بلندیوں پر ہے۔ جدت تمثیل، حسن تشبیب پاکیزہ تشبیہات، مقدس استعارات، لاجواب فصاحت باکمال بلاغت لفظ لفظ جوہر معنی کا حسین مرقع حرف حرف لطافت جمال کا آئینہ دار غرض یہ کہ اعلیٰ حضرت کا کلام جملہ اصناف شعر گوئی پر حاوی نظر آتا ہے۔ سید ڈاکٹر لطیف حسین ادیب ایم اے لکھتے ہیں۔ حدائق بخشش تاریخ تصنیف ۱۳۲۵ ہجری ہے۔ رضا غزل کے شاعر نہیں تھے امید رضوی جو ان کے چھوٹے بھائی حسن بریلوی کے نواسے ہیں فرماتے ہیں کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے اپنی زندگی میں صرف چند غزلیں کہی تھیں اور انہیں بھی ضائع کر دیا۔ البتہ ان کے قریبی حلقے سے تعلق رکھنے والا کوئی فرد غزل پر اصلاح چاہتا تو وہ انکار نہیں کیا کرتے تھے آپ نے (اپنے برادر خورد) حسن کو بھی ہمیشہ غزل گوئی سے باز رہنے کی تلقین کی آپ کے اس رجحان طبیعت کا نعت پر یہ اثر ہوا کہ وہ غزل کی مٹھاس اثر انگیزی اور ترنم سے محروم ہو گئی۔ درحقیقت مولوی احمد رضا خان صاحب عالم دین ہونے کے ساتھ ہی شرعی معاملات میں سخت گیر واقع ہوئے تھے ان کی طبیعت نے یہ پسند نہیں کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی دوسرے انسان کی مدح کی جائے غزل تو خیر انہوں نے لکھی ہی نہیں۔ لیکن نعت بھی اس سخت گیری کا شکار ہو گئی وہ ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

جو کہے شعر و پاس شرع دونوں کا حسن کیونکر آئے
لا اسے پیش جلوۂ زمزمہ رضا کہ یوں

اب ظاہر ہے کہ شعر میں پاس شرع کے ساتھ کتنا ہی حسن

پیدا کرنے کی سعی کی جائے لیکن وہ بے ساختگی نہیں مل سکتی جو شعر کی پہلی شرط ہے شرع مبین کی پابندی اس میں شک نہیں کہ ضروری ہے اور فن نعت کو کبھی اور کسی بھی دور میں شتر بے مہار نہیں بنایا جا سکتا۔ مگر شعر کی بھی چند بنیادی ضرورتیں ہیں جن کا پورا کرنا لازمی ہے بہترین نعت وہی ہے جس میں شرع مبین ہی کا خیال ذہن پر حاوی ہوگا۔ تو شعر میں زندگی پیدا نہ ہوگی جب بھی نعت گو کے ذہن پر پاس شرع کا خیال مسلط ہوگا تو ایک طرف مضامین نعت محدود ہو جاتے ہیں اور دوسری طرف اسلوب بیان گراں بار ہو جاتا ہے۔

سے کچھ نعت کے طبقے کا عالم ہی نرالا ہے۔
سکتہ میں پڑی ہے عقل چکر میں گمان ہے۔

تاہم ایک محدود دائرے میں گردش کرنے کے باوجود حضرت رضا بریلوی نے درود و نعت کی خدمت کی ہے جس کا ذکر اس مقام پر ناگزیر ہے۔ اعلیٰ حضرت مولانا مولوی احمد رضا خاں رضا بریلوی کی ہستی محتاج تعارف نہیں ہے آپ ہمارے ماضی قریب کے جید گزرے ہیں سینکڑوں کتابوں کے مصنف ہیں عربی زبان کے بہترین خطیب تھے۔ اہل علم آپ کو "ستارہ ہند" کہا کرتے تھے فقہ پر ایسی دستگاہ حاصل تھی کہ وہ عالم بھی جنہیں آپ کے نظریات سے اختلاف تھا آپ کا لوہا مانتے تھے نعت میں شعر کہا کرتے تھے نعت لکھتے وقت محویت کا یہ عالم ہوتا تھا کہ اختصار کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جاتا اور آخر میں وہ یہی کہتے ؎

ہو گئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا۔

چنانچہ رضا کی زیادہ تر نعتیں طویل ہیں آپ کا کلام حدائق بخشش تین حصوں پر مشتمل ہے پہلے حصے میں اردو نعتیں ہیں دوسرے حصے کے ساتھ فارسی کلام بھی ہے تیسرا حصہ پر مشتمل ہے اس حصہ میں ناشر کی غلطی اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ پر تھوپ دی گئی ہے جس کے جوابات اور تحقیق اسی شرح میں ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مادر زاد ولی

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کو جس نے جس رنگ میں دیکھا تو ان کو ہر رنگ میں کامل و مکمل بلکہ یکتا پایا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ مادر زاد ولی تھے جس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہر معاملہ میں آپ کی خود نگہداشت فرمائی آپ کے مادر زاد ہونے کے لیے چند شواہد حاضر ہیں۔

۱۔ جب مولینا احمد رضا خاں بریلوی ۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ میں پیدا ہوئے تو آپ کے جدامجد حضرت مولانا علامہ رضا علی خان قدس سرہ کو خواب میں بشارت ہوئی کہ یہ فرزند فاضل و عارف ہوگا یہ بشارت ایک مدت پہلے سنی گئی لیکن رہتی دنیا تک اس کی تصدیق ہوتی رہے گی اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی ولایت کاملہ کی شہادت اہل حق دیتے رہیں گے۔

۲۔ اعلیٰ حضرت فطری طور پر غیر معمولی ذہین تھے قدرت نے حافظہ بھی بلا کا عطا کیا تھا چار سال کی عمر میں قرآن حکیم ختم کر لیا۔ قوت حافظہ کے واقعات آپ کی سوانح عمری پر مشتمل کتب پر ہیں۔ یہ قوت حافظہ عطائے الٰہی ہے۔ جیسے دینی خدمات پر خرچ کرنے کی توفیق ولایت کی دلیل ہے اور پھر چار سال کی عمر میں قرآن حکیم ختم کر لینا معمولی بات نہیں کیونکہ اس عمر میں تو عموماً

بچے دنیوی امور سے بھی لاشعور ہوتے ہیں چہ جائیکہ قرآن مجید پڑھ کر ختم کرنے کی سعادت حاصل کریں۔

۲۔ قرآن پاک ختم کرنا صرف لفظی نہ تھا بلکہ خالق کائنات نے اعلیٰحضرت قدس سرہ کو اس کی سمجھ بھی اسی عمر میں عطا فرمائی تھی چنانچہ آپ کی سوانح عمری میں ہے کہ اعلیٰحضرت قدس سرہ کی چھ سال کی عمر شریف تھی کہ ماہِ ربیع الاوّل میں کثیر مجمع کے سامنے رسالہ میلاد شریف منبر پر بیٹھ کر بے تکلف پڑھا۔ غور فرمائیے اس عمر میں بچے عموماً اجنبی آدمی کے سامنے بولنے میں جھجکتا بلکہ اسے چہرہ دکھانے سے بھی گھبراتا ہے لیکن اعلیٰحضرت قدس سرہ پر فضل ایزدی تھا کہ نہ صرف دو چار آدمیوں کے سامنے بلکہ مجمع کثیر میں ایک مستقل موضوع پڑھ کر سنا دیا۔

نور الٰہی پیشانی میں منقول ہے کہ حج اوّل کے موقعہ پر آپ مقام ابراہیم میں ایک مرتبہ نماز مغرب ادا فرما رہے تھے، جب نماز سے فارغ ہوئے تو امام شافعیہ حسین بن صالح جمل اللیل مولینا احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ کو بغیر کسی سابق تعارف کے ہاتھ پکڑ کر اپنے مکان لے گئے اور دیر تک مولینا کی پیشانی پر ہاتھ رکھے رہے اور فرمایا،

"انی لاجد نور اللہ من ھذا الجبین" میں اس پیشانی میں اللہ کا نور دیکھ رہا ہوں، اس کے بعد ازراہ شفقت صحاح ستہ کی سند اور سلسلہ قادریہ کی اجازت اپنے دستخط خاص سے مرحمت فرمائی اور ارشاد فرمایا تمہارا نام ہم نے ضیاء الدین احمد رکھا (ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء)

مکی تصنیف مکہ معظمہ میں اپنے استاد محترم شیخ جمل اللیل کے

ارشاد کی تعمیل میں کتاب جوہرہ مضیئہ کی شرح دو دن میں لکھی یہ کتابچہ شافعی مسلک کے مطابق مناسک حج پر مشتمل ہے اور شیخ حسین بن صالح کی تصنیف ہے مولانا مرحوم نے جوہر مضیئہ کے ترجمہ کا نام النیرۃ الوضیۃ فی شرح الجوھر المضیئہ رکھا اور شیخ جمل اللیل کی خدمت میں پیش کی، شیخ نے تحسین فرمائی اور دعا دی۔

خواب کی تعبیر

سوانح عمر میں ہے کہ اعلیٰ حضرت ابھی بطن مادر ہی میں جلوہ افروز تھے کہ ایک شب آپ کے والد گرامی حضرت مولانا نقی علی خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عجیب سا خواب دیکھا اس خواب کی اس قدر بے چینی تھی کہ آنکھ کھل گئی۔ باقی تمام رات جاگ کر حالتِ اضطراب میں گزاری صبح ہونے پر بھی جب تشویش باقی رہی تو آپ نے اپنے والد محترم حضرت شاہ رضا علی خان کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام خواب بیان کیا اور تعبیر کے طالب ہوئے حضرت نے آپ کو تسلی دی اور فرمایا کہ یہ خواب بہت مبارک ہے۔ پروردگار عالم تجھے ایک فرزند عطا فرمائے گا۔ جس کی علمیت کی دھوم چار دانگ عالم میں ہوگی اور جو علم کے دریا بہائے گا۔ غرض آپ کی ولادت سے قبل ہی آپ کی تشریف آوری کا مقصد عظیم ظاہر ہونے لگا آپ کی والدہ فرماتی ہیں کہ جیسے جیسے امّن میاں کی پیدائش کے دن قریب آرہے تھے گھر کے ہر فرد پر ایک عجیب سی مسرت و محویت طاری تھی، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ تمام فضا معطر اور عطر بیز ہوگئی ہے اعلیٰ حضرت نے اپنا سنہ پیدائش قرآن پاک کی اس آیت سے استخراج فرما کر دنیا پر یہ ثابت کر دیا کہ اللہ تعالیٰ جب اپنے نیک بندوں کو

پیدا فرماتا ہے تو وہ ان کے دلوں پر ایمان نقش کر دیتا ہے اور وہ دنیا میں آکر بھی کسی برائی سے ملوث نہیں۔

فائدہ وہ آیت قرآنی پ ۲۸ میں ہے فقیر اسے مع تفسیر عرض کرتا ہے۔

اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ۗ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۗ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۗ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ۗ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

ترجمہ: ۔جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی اور انھیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں، ان میں ہمیشہ رہیں۔ اللہ ان سے راضی۔ اور وہ اللہ سے راضی۔ یہ اللہ کی جماعت ہے۔ سنتا ہے اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے

(پ ۲۸ المجادلہ نمبر ۲۲)

(فائدہ) آیت مبارکہ کا ایک ایک جملہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی زندگی کے لمحات کی تائید ہے ویسے تاریخی لحاظ سے صرف جملہ "اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ" ہے اس کے بعد کے تمام جملے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی سعادت علمی وعملی کی دلیل ہیں۔

شواہد غیبیہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ صاحبہ فرماتی تھیں ایک روز کسی نے دروازہ پر آواز دی۔ اعلیٰ حضرت (ان کی عمر اس وقت دس برس کی تھی) باہر تشریف لے گئے دیکھا کہ ایک بزرگ

فقیر منش کھڑے ہیں آپ کو دیکھتے ہی فرمایا آؤ آپ تشریف لے گئے
دیکھا سر پہ ہاتھ پھیرا اور فرمایا تم بہت بڑے عالم ہو۔

۲۔ جناب سید ایوب علی صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ محلہ سوداگراں کی مسجد کے قریب آپ کی طفولیت کے زمانہ میں ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی انہوں نے اعلیٰحضرت کو سر سے پاؤں تک بغور دیکھا اور کئی بار دیکھا پھر فرمایا تم رضا علی خاں صاحب کے کون ہو حضور نے جواب دیا میں ان کا پوتا ہوں۔ فرمایا، جبھی، اور فوراً تشریف لے گئے۔

(فائدہ) جبھی میں اشارہ تھا کہ آپ علامہ رضا علی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے ہیں اسی لیے آپ میں آثار سعادت چمک رہے ہیں۔

بسم اللہ خوانی آغاز تعلیم

صحیح طور پر یہ نہ معلوم ہو سکا کہ اعلیٰحضرت کی بسم اللہ خوانی کس عمر میں ہوئی مگر وقت بسم اللہ خوانی عجیب واقعہ پیش آیا حضور کے استاد محترم نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد الف۔ با۔ تا۔ ثا۔ جس طرح پڑھایا جاتا ہے پڑھایا۔ حضور نے ان کے بتانے کے مطابق پڑھتے رہے جب الف لام کی نوبت آئی تو استاذ صاحب نے کہا۔ کہو لام۔ الف۔ حضور خاموش ہو گئے اور نہیں کہا۔ استاد نے دوبارہ کہا کہ کہو میاں۔ لام۔ الف۔ حضور نے فرمایا یہ دونوں تو پڑھ چکے ہیں لام بھی پڑھ چکے ہیں الف بھی پڑھ چکے ہیں۔ یہ دوبارہ کیسا۔ اس وقت حضور کے جد امجد اعلیٰحضرت مولانا رضا علی خاں صاحب قدس سرہ نے کہ جامع کمالات ظاہری و باطنی تھے فرمایا بیٹا استاد کا کہا مانو جو کہتے ہیں پڑھو۔ حضور اپنے جد امجد کی تعمیل کی اور اپنے جد امجد کے چہرہ کی طرف نظر کی حضور نے اپنے فراست اور ایمان سے سمجھا کہ اس بچے

کو شبہ یہ ہو رہا ہے کہ یہ حروف مفردہ کا بیان ہے اب اس میں ایک مرکب لفظ کیسے آیا ورنہ یہ دونوں حرف الگ الگ تو پڑھ ہی چکے ہیں اگرچہ بچے کی عمر کے اعتبار سے اس راز کو ظاہر کرنا مناسب نہ تھا اور سمجھ سے بالا خیال کیا جاتا ہے مگر ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات حضرت جد امجد نے نور باطنی سے سمجھا کہ یہ لڑکا کچھ ہونے والا ہے اس لیے ابھی سے اسرار و نکات کا ذکر ان کے سامنے مناسب سمجھا اور فرمایا بیٹا تمہارا خیال درست اور سمجھنا بجا ہے مگر بات یہ ہے کہ شروع میں تم نے جس کو الف پڑھا حقیقتاً وہ ہمزہ ہے اور یہ درحقیقت الف ہے لیکن الف ہمیشہ ساکن ہوتا ہے اور ساکن کے ساتھ ابتداء ناممکن ہے اس لیے ایک حرف یعنی لام اوّل میں لگا کر اس کا تلفظ بتانا مقصود ہے حضور نے فرمایا تو کوئی ایک حرف ملا دینا کافی تھا اتنے دور کے بعد لام کی کیا خصوصیت ہے۔ با، تا، دال، سین اوّل لا سکتے تھے حضرت جد امجد نے غایت محبت و جوش میں گلے لگا لیا اور دل سے بہت دعائیں دیں اور پھر فرمایا کہ لام اور الف میں صورتاً و سیرتاً مناسبت خاص ہے ظاہراً لکھنے میں بھی دونوں کی صورت ایک سی ہوتی ہے لا بالا اور سیرتاً اس وجہ سے کہ لام کا قلب الف ہے یعنی یہ اس کے بیچ میں ہے وہ اس کے بیچ میں گویا

ے من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

کہنے کو تو حضور کے جدّ امجد نے اس لام الف کو مرکب لانے کی وجہ بیان فرمائی مگر باتوں باتوں میں سب کچھ بتا دیا اور اسرار و حقائق کے رموز اور اشارات کے دریافت و ادراک کی صلاحیت و قابلیت اسی

وقت سے پیدا کردی جس کا اثر سب نے آنکھوں سے دیکھ لیا کہ شریعت میں وہ اگر امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے قدم بہ قدم ہیں تو طریقت میں حضور پُرنور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے نائب اکرم ہیں

دورانِ تعلیم کی کرامت

اعلیٰحضرت خود فرماتے ہیں کہ میں ایک استاد صاحب سے ابتدائی کتاب پڑھتا تھا جب مجھے سبق پڑھا دیا کرتے ایک دو مرتبہ میں دیکھ کر کتاب بند کر دیتا جب سبق سنتے تو حرف بہ حرف لفظ بہ لفظ سنا دیتا روزانہ یہ حالت دیکھ کر تعجب کرتے۔ ایک دن مجھ سے فرمانے لگے کہ احمد میاں یہ تو کہو تم آدمی ہو یا فرشتہ۔ مجھ کو پڑھاتے دیر لگتی ہے مگر تم کو یاد کرتے دیر نہیں لگتی۔ ابتدائی کتابیں اُن مولوی صاحب سے جب حضور نے پڑھ لیں تو میزان، منشعب وغیرہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب سے پڑھنا شروع کیا۔

مرزا بیگ مرحوم کا تعارف

مولانا غلام قادر مرزا بیگ رحمۃ اللہ علیہ گورا چٹا رنگ عمر تقریباً (۸۰) اسی سال داڑھی اور سر کے بال ایک ایک کر کے سفید، عمامہ باندھے رہتے مگر جب کبھی اعلیٰحضرت کے پاس تشریف لاتے۔ اعلیٰحضرت بہت ہی عزت و تکریم کے ساتھ پیش آتے۔ ایک زمانہ میں جناب مرزا صاحب کا قیام کلکتہ امرتلا لین تھا وہاں سے اکثر سوالات جواب طلب بھیجا کرتے فتویٰ میں اکثر استفتاء ان کے ہیں انہی کے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰحضرت نے رسالہ مبارکہ "تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین" تحریر

فرمایا ہے اعلیٰحضرت ان کی بہت مانا کرتے جب کوئی اہم کام سمجھا جاتا لوگ حضرت مرزا صاحب مرحوم سفارشی لاتے ان کی سفارش کبھی رائیگاں نہیں جاتی۔ اعلیٰحضرت ان کا بہت زیادہ خیال فرماتے اور وہ جو کچھ عرض کرتے ان کی عرض قبول فرماتے۔ بڑے صاحب تقوی اور اعلیٰحضرت کے فدائی اور جانثار تھے۔ خدا کے فضل سے صاحب اولاد تھے۔ صاحبزادہ جن کا نام نامی مرزا عبدالعزیز بیگ صاحب ہے دینیات سے واقف اور طبیب تھے۔

بہتان عظیم کا جواب

یہ تعارف فقیر نے اس لیے لکھ دیا ہے کہ ظہیر الٰہی جیسے بہتان تراشوں نے لکھ دیا کہ مرزا غلام قادر غلام احمد قادیانی کا بھائی تھا اسی لیے اعلیٰحضرت مرزا سے پڑھتے تھے اسی لیے ان میں مرزائیت پائی جاتی تھی)۔ یہ سراسر بہتان اس لیے ہے کہ یہ مرزا غلام قادر اور تھے اور قادیانی بھائی نہ تھا نیز دیوبندی یہ بھی مشہور کر رہے ہیں کہ اعلیٰحضرت دیوبند میں پڑھے یہ بھی غلط ہے اس کے جواب میں یہی کہا جا سکتا ہے لعنۃ اللہ علی الکاذبین ،

استاد اور والد

اعلیٰحضرت نے دینیات کی تکمیل اپنے والد ماجد حضرت مولانا مولوی نقی علی صاحب قادری برکاتی متولد ۱۲۴۶ھ متوفی ۱۲۹۷ھ سے تمام فرمائی اور تیرہ (۱۳) سال دس مہینے کی عمر میں ۱۲۸۶ھ میں تمام درسیات سے فراغت پائی۔

بچپن میں عربی گفتگو

مولوی عرفان علی صاحب قادری رضوی بیسلپوری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنی مسجد کے سامنے کھڑا تھا اس وقت میری

عمر ساڑھے تین سال کی ہوگی ایک صاحب اہل عرب کے لباس میں ملبوس جلوہ فرما ہوئے یہ معلوم ہوتا تھا کہ عربی ہیں انہوں نے مجھ سے عربی زبان میں گفتگو فرمائی میں نے فصیح عربی میں اُن سے گفتگو کی۔ اس بزرگ ہستی کو پھر کبھی نہ دیکھا۔

بچپن میں عربی تصنیف صرف آٹھ برس کی عمر میں فن نحو کی مشہور کتاب ہدایۃ النحو پڑھی اور خدا داد علم کے زور کا یہ عالم تھا کہ اسی عمر میں ہدایۃ النحو کی شرح عربی زبان میں لکھ ڈالی۔

(سوانح امام احمد رضا صفحہ نمبر ۸۹)

بچپن کا فتویٰ اعلیٰحضرت قدس سرہ نے والد گرامی کی نگرانی میں بچپن سے ہی کئی فتاویٰ مرتب کیے لیکن آپ کے اوائل کا دور کا ایک معرکۃ الآراء فتویٰ یادگار کی حیثیت رکھتا ہے۔ اٹھارہ برس کی عمر میں آپ کو دارالافتاء کا کام سونپ دیا گیا آپ کے دور فتویٰ نویسی میں ایک صاحب رام پور سے حضرت علامہ مولانا نقی علی خان صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں ایک ایسا فتویٰ لے کر حاضر ہوئے جو حضرت مولانا ارشاد حسین رامپوری (مرحوم) کا جاری شدہ تھا اور اُس پہ اکثر و بیشتر علماء ہند کی تصریحات تھیں پیش کیا اور جواب لکھنے کی درخواست کی۔ حضرت مولانا نقی علی خان صاحب نے فرمایا کہ ساتھ والے کمرے میں مولوی صاحب بیٹھے ہیں۔ ان سے جواب لکھوا لو۔ اُس شخص نے اس بات پہ اصرار کیا کہ ہم تو آپ کی شہرت سن کر آپ سے جواب لینے کے لئے آئے ہیں اور آپ ہمیں کسی اور کی طرف بھیج رہے ہیں۔ بہرکیف وہ صاحب مولانا نقی علی

خاں صاحب کے حکم پر جب اُس کمرے میں پہنچے تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ایک صاحب زادہ مسند دارالافتاء پر جلوہ افروز ہیں وہ صاحب دوبارہ حضرت علاّمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ حضور ہم تو آپ سے فتوے کا جواب لیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ آجکل دارالافتاء کا انصرام ان ہی صاحبزادے کے ذمّے ہے وہی آپ کو جواب دیں گے۔ وہ صاحب اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جواب طلب کیا۔ آپ نے فتوے کا جواب کچھ ایسے دلائل کے ساتھ تحریر فرمایا کہ جس سے تمام علمائے ہند اور خصوصاً حضرت مولانا مرحوم ارشاد حسین صاحب رامپوری کے جواب کی نفی ہو گئی۔ اعلیٰ حضرت کے والد گرامی نے فتوے پر مُہر تصدیق ثبت فرمائی فتوے کا جواب جب نواب رام پور کی نظر سے گزرا تو اس نے مطالعہ کرنے کے بعد یہ محسوس کیا کہ تمام علمائے ہند تو مولانا ارشاد حسین رامپوری کی تصدیق کر رہے ہیں لیکن بریلوی شریف کے دو عالم مولانا کے جواب کا رد کر رہے ہیں اس کا کیا سبب ہے نواب رامپوری نے فوراً مولینا ارشاد حسین رام پوری کو طلب کر کے فتوے کا جواب پیش کیا اور بریلی شریف کے علماء کے جواب پر استفسار کیا۔ نثار جائیے مولانا ارشاد حسین صاحب رامپوری کی حق گوئی کہ آپ نے فتویٰ دیکھتے ہی اپنی غلطی تسلیم کر لی اور یہ اعلان کیا کہ علمائے بریلوی شریف کا فتویٰ بالکل درست اور حق بجانب ہے اس پر نواب رام پور نے مولانا سے پوچھا کہ آپ کی تصدیق تمام علمائے ہند نے کر دی لیکن اب آپ بریلی کے فتوے کو درست فرماتے ہیں۔ فرمایا علمائے ہند نے میرے علمی رعب سے تصدیق کر دی تھی۔

مکالمہ اعلیٰ حضرت اور علامہ عبد الحق خیر آبادی رحمہما اللہ تعالیٰ

آنحضرت ایک دفعہ کسی ضرورت سے رام پور تشریف لے گئے وہاں
جناب مولانا عبد العلی صاحب ھیئت کے مشہور فاضل تھے چند روز
اُن کی خدمت میں رہ کر شرح چغمینی کے اسباق کے لیے تھے دوسری مرتبہ
بعض خاص رشتہ داروں کے یہاں رام پور تشریف لے جانے کا اتفاق
ہوا۔ حضرت کے خسر جناب فضل حسین صاحب مرحوم حضور نواب رام
نواب کلب علی خاں صاحب بہادر مغفور کے یہاں بہت ہی علیحدہ تھے
نواب صاحب کے دربار میں اعلیٰ حضرت کا تذکرہ ہوا نواب صاحب مشتاق
ملاقات ہوئے حسب طلب اپنے خسر صاحب قبلہ رام پور تشریف لے
گئے نواب صاحب نے خاص اپنے پلنگ پر بیٹھنے کے لیے فرمایا اور
کچھ علمی باتیں پوچھتے رہے اتنے میں فرمایا کہ یہاں عبد الحق صاحب خیر آبادی
مشہور منطقی ہیں آپ ان سے کچھ منطق کی کتابیں قدماء کی تصنیفات ہیں
یہ پڑھ لیجیے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ اگر والد ماجد صاحب کی اجازت ہو
گی تو کچھ دن یہاں ٹھہر سکتا ہوں یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ اتفاق وقت
جناب مولانا عبد الحق صاحب مرحوم خیر آبادی بھی تشریف لے گئے جن
سے نواب صاحب نے اعلیٰ حضرت کا ان سے تعارف کیا اور فرمایا باوجود
کم سنی ان کی کتابیں سب ختم ہیں اور اپنے مشورے کا ذکر فرمایا مولانا
عبد الحق صاحب مرحوم کا عقیدہ تھا کہ دنیا میں صرف ڈھائی عالم ہوئے۔
ایک مولانا بحر العلوم دوسرے والد مرحوم اور نصف بندہ معصوم وہ سب
ایک کم عمر شخص کو عالم مانا کرتے تھے اعلیٰ حضرت سے دریافت فرمایا

کہ منطق میں انتہائی میں کون سی کتاب آپ نے پڑھی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا "قاضی مبارک" یہ سن کر دریافت فرمایا کہ شرح تہذیب" پڑھ چکے ہیں یہ طعن آمیز سوال سن کر اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ جناب عالی قاضی مبارک" کے بعد شرح تہذیب پڑھائی جاتی ہے، یہ سوال سیر کا سوا سیر پاکر جناب مولانا عبدالحق صاحب نے سوال کا رُخ دوسری جانب پھیرا اور پوچھا کہ اب کیا مشغلہ ہے فرمایا تدریس افتاء و تصنیف فرمایا کس فن میں تصنیف کرتے ہیں۔ فرمایا مسائل دینیہ اور رَدِ وہابیہ اس کو سن کر فرمایا رَدِ وہابیہ۔ ایک میرا وہ میرا بدایونی خبطی ہے کہ ہمیشہ اسی خبط میں رہتا ہے اور رَدِ وہابیہ کیا کرتا ہے۔ (ادہ۔ اشارہ بحضرت مقتدائے ملت تاج الفحول محبت الرسول جناب مولانا شاہ عبدالقادر صاحب بدایونی کی طرف ہے اور میرے کہنے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت تاج الفحول مولانا فضل حق خیرآبادی کے شاگرد رشید تھے۔ اعلیٰ حضرت سنتے ہی فرمایا جناب کو معلوم ہوگا کہ وہابیہ کا رد سب سے پہلے جناب مولانا فضل حق خیرآبادی جناب کے والد ماجد ہی نے کیا اور مولوی اسمٰعیل دہلوی کو بھرے مجمع میں مناظرہ کر کے ساکت کیا ان کے رد میں ایک مستقل رسالہ بنام تحقیق الفتوی لسلب الطغوی۔ تحریر فرمایا ہے اس پر مولانا عبدالحق صاحب خاموش ہو گئے اور کچھ جواب نہ دیا۔ اعلیٰ حضرت فرمایا کرتے تھے جب تک حضرت والد صاحب عالم حیات میں تھے جو کچھ میں لکھتا والد ماجد کو دکھایا کرتا تھا کبھی کبھی ضرورت دیکھتے اصلاح فرما دیتے، علمی مضامین اور تحقیقات مسائل کو ملاحظہ فرما کر مسرور ہوتے اور جلیل دعاؤں سے سرفراز فرماتے الٰہی مستجاب دعاؤں

کا اثر ہے کہ اس وقت سے آج تک دینی خدمات کی ادا میں بد مذہبوں کے کیاری و عیاری کے پردے چاک کرتے .... اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھولی بھیڑوں کو عیار بھیڑیوں سے بچانے میں مشغول ہوں اور بفضلہ تعالےٰ ان تمام بے دینوں کے مقابل غالب و منصور اور بد مذہب خائب و خاسر اس دینی خدمت پہ مولا تعالےٰ کا شکر بجالاتا ہوں (حضرت مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفےٰ رضا خاں صاحب کا فرمانا ہے کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی عبارتوں کی اصلاح سوائے جدِ امجد علیہ الرحمۃ کے کسی نے بھی نہیں کی ہے۔

بیعت و خلافت اعلیٰ حضرت فرماتے تھے کہ میں جمادی الاول ۱۲۹۴ھ میں شرف بیعت سے مشرف ہوا۔ تعلیم طریقت حضور پر نور پیر و مرشد برحق سے حاصل کی۔ ۱۲۹۶ھ میں حضرت کا وصال ہوا تو قبل وصال مجھے حضرت سیدنا سید شاہ ابوالحسین احمد نوری اپنے ابن الابن، (ولی عہد) سجادہ نشین کے سپرد فرمایا حضرت نوری میاں صاحب سے بعض تعلیم طریقت و علم تکسیر علم جفر وغیرہ علوم میں نے حاصل کیے۔

اساتذہ کی فہرست اعلیٰ حضرت کے اساتذہ کی فہرست بہت مختصر ہے حضرت والد ماجد علیہ الرحمۃ کے علاوہ پنجتن پاک کے عشاق صرف یہ پنج نفوس قدسیہ ہیں۔

۱۔ اعلیٰ حضرت کے وہ استاد جنہوں نے ابتدائی کتابیں پڑھائیں۔

۲۔ جناب مرزا غلام قادر بیگ رحمۃ اللہ علیہ۔

۳۔ جناب مولانا عبدالعلی علیہ الرحمۃ۔

۴۔ حضرت سلالہ خاندان برکاتہ سید ابوالحسین احمد نوری اور والد ماجد و پیر و مرشد قدس سرھما العزیز یہ اکو شامل کر کے چھ نفوس قدسیہ ہوتے ہوتے ہیں ان چھ حضرات کے علاوہ حضور نے کسی کے سامنے زانوے ادب تہ نہیں کیا مگر خداوند عالم نے محض اپنے فضل و کرم اور آپ کی محنت خداداد ذہانت کی وجہ سے اتنے علوم و فنون کا جامع بنایا کہ پچاس فنون میں حضور نے تصنیفات فرمائیں۔ اور علوم و معارف کے وہ دریا بہائے کہ خدام و معتقدین کا تو کیا کہنا مخالفین مخالفت کرتے اپنی سیاہ قلبی کی وجہ سے برائیاں کرتے مگر ساتھ ساتھ کہنے پر مجبور ہوتے یہ سب کچھ ہے مگر مولانا احمد رضا خاں صاحب قلم کے بادشاہ ہیں جس مسئلہ پر قلم اٹھا دیا ناموافق ضرورت افزائش نامخالف کو دم زدن کی گنجائش ہوتی ہے۔

اعتراف حق نواب وحید احمد صاحب فرماتے ہیں کہ مولوی احسان حسین جو نہایت نیک خلیق بے لوث اور حد درجہ دین دار تھے جامع مسجد بریلوی میں لوجہ اللہ درس حدیث بعد نماز ظہر دیتے تھے اور اپنا زیادہ وقت جامع مسجد ہی میں مطالعہ حدیث شریف درود و وظائف میں گزارتے تھے انہوں نے فقیر کو جامع مسجد میں نماز با جماعت ادا کرنے کی نہ صرف تلقین کی بلکہ شوق دلوایا چنانچہ بفضلہ تعالیٰ فقیر جامع مسجد میں نماز پنجگانہ ادا کرنے لگا۔ یہ فقیر انگریزی سکول میں جماعت ششم میں پڑھتا تھا تو یہی مولوی صاحب فارسی زبان کی تعلیم کے لیے مقرر کیے گئے تھے۔

دوران تعلیم کا ایک عجیب واقعہ

مولوی صاحب موصوف سے ایک مرتبہ فقیر نے اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان صاحب رضی اللہ عنہ کی بابت استفسار کیا تو مولوی موصوف نے اعلیٰ حضرت کے علم وفضل کی بہت تعریف کی اور فرمایا کہ میں اعلیٰ حضرت قبلہ کا ابتدائی تعلیم عربی میں ہم سبق رہا ہوں شروع ہی سے اعلیٰ حضرت کی ذہانت کا یہ حال تھا کہ استاد سے کبھی ربع کتاب سے زیادہ نہیں پڑھی ایک ربع کتاب استاد سے پڑھنے کے بعد بس تمام کتاب ہی یاد ہو گئی۔

۲۔ انہی کا بیان ہے کہ اس قسم کے واقعات مولوی صاحب کو بار بار پیش آئے تو ایک روز تنہائی میں حضور سے کہنے لگے صاحبزادے سچ سچ بتا دو میں کسی سے کہوں گا نہیں۔

تم انسان ہو یا جن ہو آپ نے فرمایا خدا کا شکر ہے کہ میں انسان ہی ہوں اللہ تعالےٰ کا فضل وکرم شامل حال ہے۔

انہی کا بیان ہے کہ ایک روز مولوی صاحب موصوف حسب معمول بچوں کو پڑھا رہے تھے کہ ایک بچے نے سلام کیا مولوی صاحب نے جواب دیا جیتے رہو۔ اس پر حضور نے عرض کی یہ تو سلام کا جواب نہ ہوا۔ وعلیکم السلام کہنا چاہیئے تھا۔ مولوی صاحب آپ کی بات سنکر بیحد خوش ہوئے۔ اور دعائیں دیں (سوانح اعلیٰ حضرت)

(فائدہ) جو شخصیت بچپن میں اتنا سنت کی پابندی کرے وہ جوانی پھر بڑھاپے تک کیوں نہ اس کی مصداق ہو۔ جن کی ہر ہر ادا سنت مصطفےٰ

(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایسے پیر طریقت پہ لاکھوں سلام۔

ازالۂ وہم حقیقی کرامات تو ہیں ہی یہی کہ ولی کامل وہ ہے جس کی ہر ہر ادا سنتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو۔

جہاز غرق نہ ہوا دوسری بار جب میں حرمین طیبین حاضر ہوا۔ واپسی پہ تین دن طوفان شدید رہا۔ اس کی تفصیل بہت طویل ہے لوگوں نے کفن پہن لیے تھے حضرت والدہ ماجدہ کا اضطراب دیکھ کر ان کی تسکین کے لیے بے ساختہ میری زبان سے نکلا کہ آپ اطمینان رکھیں۔ خدا کی قسم یہ جہاز نہیں ڈوبے گا۔ یہ قسم میں نے حدیث پاک ہی کے اطمینان پر کھائی تھی جس میں کشتی پر سوار ہوتے وقت غرق سے حفاظت کی دعا ارشاد ہوئی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرِهَا وَمُرْسٰهَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ۔

لہٰذا حدیث کے وعدہ صادقہ پر مطمئن تھا پھر بھی قسم کے نکل جانے سے خود مجھے اندیشہ ہوا تو حضرت عزت کی طرف رجوع کیا اور سرکار رسالت سے مدد مانگی۔ الحمد للہ کہ وہ مخالف ہوا کہ تین دن سے بشدت چل رہی تھی دو گھڑی میں موقوف ہو گئی اور جہاز نے نجات پائی۔

؎ کیوں رضا مشکل سے ڈریئے جب نبی مشکل کشا ہو۔

ایک مرتبہ امام احمد رضا بریلوی، مولانا ظفر الدین بہاری (رضی اللہ عنہما)

کے ہمراہ ایک دعوت پر گئے صاحب خانہ کی مالی حالت کمزور تھی اور انہوں نے صرف بڑے گوشت کے کباب تیار کر رکھے تھے واپسی پر مولانا ظفر الدین نے اعلیٰ حضرت سے عرض کی حضور! ڈاکٹر نے تو آپ کو بڑا گوشت کھانے سے منع کیا ہے لیکن آپ نے کباب کھا لیے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا مولانا اگر میں نہ کھاتا تو غریب سُنی کا دل ٹوٹ جاتا۔ معاً حدیث پاک یاد آگئی کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص درج ذیل دُعا

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔

پڑھ کر کوئی چیز بھی کھائے گا وہ اسے تکلیف نہ دیگی لہذا یہی دُعا میں نے پڑھ کر کباب کھا لیے۔

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی مصیبت زدہ کو دیکھ کر یہ دعا۔ الحمد للّٰہ الذی عافانی مما ابتلاک بہ و فضلنی علیٰ کثیرٍ ممن خلق تفضیلاً پڑھے گا وہ اس مصیبت سے محفوظ رہے گا۔

امام احمد رضا کا یقین کامل دیکھئے فرماتے ہیں کہ جن جن امراض کے مریضوں، جن جن بلاؤں کے مبتلاؤں کو دیکھ کر میں نے اسے پڑھا بحمدہ تعالےٰ آج تک ان سب مصیبتوں سے محفوظ ہوں اور بعونہ تعالیٰ ہمیشہ محفوظ رہونگا۔

بیماروں کو دیکھ کر پڑھ چکا ہوں رات کے آخری حصہ میں اچانک بے چینی بڑھی تو امام احمد رضا نے دُعا کی۔ اَللّٰهُمَّ صَدِّقِ الْحَبِیْبَ وَکَذِّبِ

الطَّبِیبَ۔۔ اے اللہ اپنے پیارے حبیب صلی اللہ کی بات سچی کر دکھا اور طبیب کی بات جھوٹی بنا دے۔ اتنے میں کسی نے دائیں کان کے قریب منہ کر کے کہا کہ کالی مرچ اور مسواک استعمال کرو۔ ان دونوں چیزوں کا استعمال کرنا تھا کہ کلی بھر خون آیا اور طبیعت بحال ہو گئی اور آپ نے طبیب کو پیغام بھجوایا کہ آپ کا وہ طاعون دفع ہو گیا ہے۔

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں جن جن امراض کے مریضوں کو دیکھ کر میں نے اس دعا کو پڑھا آج تک بحمدہٖ تعالٰی ان سب سے محفوظ ہوں اور بعونہٖ تعالٰی ہمیشہ محفوظ رہوں گا۔ البتہ ایک بار اسے پڑھنے کا مجھے افسوس ہے مجھے نو عمری آشوب چشم اکثر ہو جاتا۔ بوجہ حدت مزاج بہت تکلیف دیتا ہے ۱۹ سال عمر ہوگی کہ رام پور جاتے ہوئے ایک شخص کو رمد چشم میں مبتلا دیکھ کر یہ دعا پڑھی جب سے اب تک آشوب چشم پھر نہ ہوا۔ افسوس اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث مبارک ہے کہ تین بیماریوں کو مکروہ نہ رکھو۔

۱۔ زکام:۔ کہ اس کی وجہ سے بہت سی بیماریوں کی جڑ کٹ جاتی ہے۔

۲۔ کھجلی:۔ کہ اس سے امراض جلدیہ، جذام وغیرہ کا انسداد ہو جاتا ہے۔

۳۔ آشوب چشم:۔ کہ نابینائی کو دفع کرتا ہے۔

عام لوگوں میں یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ روزہ رکھنے سے انسان کمزور ہو جاتا ہے لیکن امام احمد رضا فرماتے ہیں ایک سال رمضان المبارک سے تھوڑا عرصہ قبل والد مرحوم مولانا نقی علی خاں رحمۃ اللہ علیہ خواب میں تشریف لائے اور فرمایا بیٹا آئندہ رمضان شریف میں تم سخت بیمار ہو جاؤ گے مگر خیال رکھنا روزہ قضا نہ ہونے پائے۔ چنانچہ والد صاحب

کے حسب الارشاد واقعی میں سخت بیمار ہو گیا لیکن کوئی روزہ نہ چھوٹا۔ الحمد للہ۔ روزوں ہی کی برکت سے اللہ نے مجھے صحت عطا فرمائی اور صحت کیوں نہ ملتی کہ سیدالمحبوبین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک بھی تو ہے صُومُوا تَصِحُّوا یعنی روزہ رکھو صحت یاب ہو جاؤ گے۔

امام احمد رضا صاحب دوسری مرتبہ حج پہ گئے تو وہاں طبیعت خراب ہو گئی۔ محرم کے آخری دنوں میں طبیعت ٹھیک ہوئی تو آپ نے حمام میں غسل فرمایا۔ باہر آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ گھٹا چھا گئی ہے۔ حرم شریف تک پہنچتے پہنچتے بارش شروع ہو گئی۔ معاً آپ کو ایک حدیث یاد آ گئی کہ جو بارش میں طواف کرے وہ رحمت الٰہی میں تیرتا ہے آپ نے اسی وقت حجر اسود کو بوسہ دیا اور طواف شروع کر دیا چنانچہ سردی کی وجہ سے بخار پھر لوٹ آیا یہ کیفیت دیکھ کر مولانا سید اسمٰعیل صاحب نے فرمایا مولانا آپ نے ایک ضعیف حدیث کے لیے اپنی جان کو تکلیف دی ہے۔ آپ نے فرمایا حضرت۔ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن اللہ تعالےٰ سے امید تو قوی ہے سبحان اللہ جن کے ایمان مضبوط اور قوی ہوتے ہیں وہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پہ بھی عمل کرتے ہیں اور رحمت حق سے بہرہ ور ہوتے ہیں اور جن کے ایمان کمزور و ضعیف ہوتے ہیں انہیں صحیح حدیث میں بھی ضعف نظر آتا ہے اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کا انکار کر کے رحمت حق سے محروم ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جو مقبول بارگاہ الٰہی ہوتے ہیں وہ مستحبات پہ بھی عمل کرتے ہیں اور جو غافل و منحوس ہوتے ہیں وہ فرائض و واجبات کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔

تعداد علوم امام احمد رضا رضی اللہ عنہ نے جن علوم و فنون کی تحصیل اپنے اساتذہ اور ذاتی مطالعہ سے کی ان کی تعداد پچپن۵۵ تک پہونچتی ہے اس کی پوری تفصیل خود امام احمد رضا نے اس سند میں دی ہے جو حافظ کتب الحرم مولانا سیّد اسمٰعیل خلیل مکّی کو عنایت کی جس کا تاریخی نام الاجازة الرضویہ لمبجّل مکۃ البہیۃ ہے۔ اس میں آپ نے مندرجہ ذیل علوم و فنون کا ذکر کیا ہے۔

۱۔ علم قرآن (۲) علم حدیث (۳) اصول حدیث (۴) فقہ حنفی۔
(۵) کتب فقہ جملہ مذاہب۔ (۶) اصول فقہ (۷) جدل مہذب
(۸) علم تفسیر (۹) علم العقائد والکلام (۱۰) علم نحو (۱۱) علم صرف
(۱۲) علم معانی (۱۳) علم بیان (۱۴) علم بدیع (۱۵) علم منطق۔
(۱۶) علم مناظرہ (۱۷) علم فلسفہ (۱۸) علم تکسیر (۱۹) علم ہیئت
(۲۰) علم حساب (۲۱) علم ہندسہ (۲۲) قرأت (۲۳) تجوید (۲۴)
تصوّف (۲۵) سلوک (۲۶) اخلاق (۲۷) اسماء الرجال (۲۸) سیر
(۲۹) تواریخ (۳۰) لغت (۳۱) ادب مع جملہ فنون۔ (۳۲) ارثماطیقی
(۳۳) جبر و مقابلہ (۳۴) حساب سینی (۳۵) لوغارثمات (۳۶) علم التوقیت
(۳۷) مناظرہ و مرایا (۳۸) علم الاکر (۳۹) زیجات (۴۰) مثلث کروی
(۴۱) مثلث مسطح (۴۲) ہیئت جدیدہ (۴۳) مربعات (۴۴) جفر
(۴۵) زائرچہ (۴۶) نظم عربی (۴۷) نظم فارسی (۴۸) نظم ہندی
(۴۹) نثر عربی (۵۰) نثر فارسی (۵۱) نثر ہندی (۵۲) خط نسخ
(۵۳) خط نستعلیق (۵۴) تلاوت مع تجوید (۵۵) علم الفرائض۔

مذکورہ بالا علوم میں سے بہت سے وہ ہیں کہ جن کو امام احمد رضا نے کسی استاد سے حاصل نہیں کیا بلکہ ان کی تعلیم فیض قرآنی سے حاصل ہوئی۔ خود فرمایا کہ جب ریاضی جیومیٹری وغیرہ کی تحصیل شروع کی تو ان کی ذکاوت کو دیکھ کر والد گرامی نے فرمایا یہ علوم تمہیں خود بخود آجائیں گے۔

استاذہ حیران اساتذہ کرام ہزاروں تلامذہ کو پڑھاتے ہیں انہیں ہر شاگرد کی غباوت اور ذکاء کا علم ہوتا ہے لیکن اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا تعلیمی و تدریسی طور بدلا ہوا نظر آیا کہ پڑھنے والا الٹا پڑھانے والے کو درس دیتا نظر آتا ہے چنانچہ سوانح اعلیٰ حضرت میں لکھا ہے کہ اعلیٰ حضرت کے بچپن کے زمانے میں جو مولوی صاحب آپ کو پڑھایا کرتے تھے ایک دن بچوں نے ان کو سلام کیا مولوی صاحب نے جواب دیا جیتے رہو۔ اس پہ آپ نے عرض کی! حضور یہ تو سلام کا جواب نہ ہوا۔ آپکو وعلیکم السلام کہنا چاہیے تھا مولوی صاحب آپ کی یہ بات سن کر بہت خوش ہوئے اور آپ نے بہت بہت دعائیں دیں دیکھئے بچپن میں کمسن سال سینکڑوں تلامذہ کے مربی کو شریعت کی پاسبانی کا طریقہ سکھلا دیا۔

فطرتی حافظہ اعلیٰ حضرت کے استاد گرامی آپ کو قرآن شریف پڑھاتے ہوئے کسی لفظ پر زیر ادا کرنے کی تنبیہ کر رہے تھے مگر اس کے باوجود اعلیٰ حضرتؒ کی زبان پاک سے زبر ادا ہو رہا تھا۔ آپ کے استاد گرامی بحالت ناراضگی آپ کو لے کر آپ کے والد گرامی حضرت علامہ مولانا نقی علی خان صاحب رحمۃ اللہ

علیہ کی خدمت میں پہنچے اور تمام واقعہ کہہ سنایا۔ مولانا نقی علی خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسی وقت قرآن پاک منگوایا تو دیکھنے پر معلوم ہوا کہ کاتب نے غلطی سے زبر کو زیر لکھ دیا ہے اس سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ذوالجلال اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی زبان پاک پر اپنا پورا تقدس رکھتی تھی یعنی آپ وہی کچھ ارشاد فرماتے تھے جو اللہ اور رسول کی مرضی و منشاء کے مطابق ہوتا تھا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کی روحانی کرامت

حضرت علامہ نور احمد قادری کے قلم سے

اولیاء اللہ کی روحانی کرامت حضور پاک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا فیض ہے جو اولیاء اللہ کو عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سرشار ہو جانے کی باعث مبداء فیوض سے اس لیے عطا ہوتا ہے کہ کفار و مشرکین کو اس کی بدولت انقلابی رفتار سے حلقہ بگوش اسلام کیا جا سکے یعنی ایک ایک دو دو کی تعداد میں نہیں بلکہ بیک وقت ہزاروں کی تعداد میں انہیں مسلمان کیا جا سکے۔ انقلابی رفتار کا یہی مطلب ہے عہد رسالت میں بھی کفار مشرکین کے قبائل کے قبائل حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات دیکھ کر ایک ایک دن میں بے شمار تعداد میں مسلمان ہوئے پھر عہد رسالت کے بعد دنیا میں جہاں جہاں بھی اسلام جنگل کی آگ کی طرح تیزی سے پھیلا اس کا سبب بھی حضور

ہی کے معجزات کا فیض یعنی بزرگانِ دین اولیائے کاملین کی روحانی کرامات تھیں جنھیں کفار و مشرکین نے دیکھا اور صداقتِ اسلام کا عملی طور پر لوہا مانا اور جوق در جوق حلقۂ اسلام میں شامل ہوئے بلکہ بعض دفعہ تو ایسا بھی ہوا کہ پورا علاقہ کا علاقہ مسلمان ہوگیا۔ سیدنا غوث الاعظم یا داتا گنج بخشؒ اور سلطان الہند خواجہ غریب النواز اجمیریؒ اور شیخ الاسلام بابا فریدالدین گنج شکرؒ کے واقعات کرامت تو اس قدر زبان زدِ خاص و عام ہیں کہ یہ بات بالکل تاریخی حیثیت سے واضح ہے کہ ایک ایک دن میں ان کی روحانی کرامات دیکھ کر کئی کئی ہزار غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا اور بستی کی بستیاں مسلمان ہوگئیں یہاں اس مختصر بیان میں ان واقعات تاریخی کے دھرانے کی گنجائش نہیں جنھوں نے تاریخ اسلام کا اس حیثیت سے مطالعہ کیا ہے وہ بخوبی جانتے ہیں اور اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ اسلام کو انقلابی حیثیت سے پھیلانا اولیاء اللہ ہی کا روحانی کارنامہ اور عظیم کام ہے۔ وہ ماموریں بارگاہ کرامات ہوتے ہیں کمالِ علمی کے ساتھ ساتھ انہیں کمالِ روحانیت یعنی کرامات مبداءِ فیض سے عطا ہوتی ہیں اور "کرامت" ایک صاحب مقام اور مامور بارگاہ ولی اللہ کی ایسی ہی صفت ہے جیسی کہ چمکتی ہوئی کرن سورج کی صفت ہے سورج دنیا کو اپنی کرن نہیں دکھاتا بلکہ کرن خود بخود اس کی روشنی سے ظاہر ہوتی ہے اسی طرح ولی اللہ بھی اپنی کرامات اہلِ دنیا کو دکھاتا نہیں پھرتا بلکہ وہ خود بخود ان سے ظاہر ہوتی ہے اولیاء اللہ کی کرامت فی الحقیقت حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے نورِ رسالت اور معجزہ کی جھلک اور فیض ہے جو انہیں عشقِ رسول صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سرشار ہو جانے کی بدولت مبدائے فیض سے ملتا ہے اور کرن کی طرح اُن سے ظہور میں آتا ہے اور دیکھنے والوں کے دلوں کو نور ایمانی سے روشن کرتا ہے نبوت حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ ختم ہو چکی مگر نبوت کا مشن یعنی دین اسلام کا پھیلتے رہنا اُن عاشقانِ رسول اللہ یعنی علمائے ربّانی کے ذریعہ برابر جاری ہے اور تا قیام قیامت جاری رہے گا جو قرآن پاک کی اصطلاح میں اولیاء اللہ اور تصوّف اسلام کی اصطلاح میں واصلین حق کہلاتے ہیں۔ اسلام کا انقلابی طور پہ پھیلانا حضور پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف سے ان عاشقان رسولؐ، بارگاہ خداوندی کے مقبول یعنی اولیاء اللہ ہی کی ڈیوٹی (DUTY) ہے لہذا اس اشاعت اسلام کے سلسلہ میں جو بھی روحانی کرامت ان علمائے ربانی یعنی اولیاء اللہ سے ظاہر ہوتی ہے وہ دراصل فیض ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے نور رسالت اور معجزات کا جو مبدائے فیض سے ہر ولی اللہ کو بقدر ان کے درجہ ولایت عطا ہوتا ہے ہر ولی اللہ سے کرامت خود بخود ظاہر ہوتی ہے اور کفار و مشرکین اولیاء اللہ کی اس روحانی کرامت یا روحانی کمال کو دیکھ کر ہی اسلام کی آسمانی صداقت پر ایمان لاتے ہیں اور اپنے کفر و شرک سے تائب ہو کر مشرف بہ اسلام ہو جاتے ہیں اگر ایک مبلغ اسلام میں یہ کمال روحانیت کی صفت موجود نہ ہو تو وہ اسلام نہیں پھیلا سکتا۔ علامہ اقبالؒ نے صحیح کہا ہے کہ

؎ عصا نہ ہو تو کلیمی ہے کار بے بنیاد

اس لئے ایک مبلغ اسلام کے لیے کمال روحانیت کی صفت

ضروری ہے اور یہ صفت ہے صرف اولیاء اللہ ہی کی کہ انہیں علمی کمال کے ساتھ ساتھ یہ روحانی کمال یعنی کرامت بھی عطا ہوتی ہے اور وہ بارگاہ کبریٰ کے مامورین ہوتے ہیں۔

لہٰذا یہ امر واضح ہے کہ کرامت ہر ولی اللہ سے ظاہر ہوتی ہے اور خود بخود ظاہر ہوتی ہے کوئی نہ کوئی واقعہ اس کرامت کے ظہور کا موجب بن جاتا ہے اور مقصد اس کا یہی ہوتا ہے کہ دین کی اشاعت ہو اور غیر مسلم اس کرامت کو دیکھ کر خود بخود بلا کسی جبر و اکراہ کے حلقہ بگوش اسلام ہو جائے اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جائے اس روحانی کرامت کے سلسلے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ العزیز کے بھی سیدنا غوث الاعظمؒ کی طریقت قادریہ کے ایک عظیم ولی اللہ کی حیثیت سے بے شمار واقعات ہیں بیان بخوفِ طوالت ان میں سے صرف ایک واقعہ کو پیش کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ اپنی حقیقت تاریخی کے لحاظ سے یہ ایک ایسا واقعہ کرامت ہے کہ جس کو دیکھ کر ایک صاحب اقتدار اور تعلیم یافتہ انگریز بمعہ اپنے پورے کنبہ کے مسلمان ہوا اور ایسا مسلمان ہوا کہ پھر اس نے اپنی بقیہ زندگی خدمت دین کے لیے وقف کر دی اور اس نے اپنے وطن جا کر اسلام کی زریں خدمات انجام دیں۔

یہ واقعہ دلچسپ بھی ہے اور سبق آموز بھی، سبق آموز اس لیے ہے کہ یہ واقعہ اس بات کا ایک درس ہے کہ حضر ہو یا سفر، خدا اور رسول کا خوف دل میں رکھنے والے نماز کسی حال میں نہیں چھوڑتے، عشق الٰہی کی رسی کو ہر حال میں ہاتھوں سے تھامے رہتے ہیں اور دلچسپ اس لیے ہے کہ سائنسی عقل رکھنے والے بھی روحانیت کے کمال

کو ماننے پر مجبور ہو گئے سائنسی علم کے ساتھ ساتھ روحانی حقیقت کو بھی انہوں نے تسلیم کیا اور اسلام کی حقانیت کا دامن پکڑ لیا۔

یہ واقعہ اعلیٰ حضرت کی زندگی کے بے شمار واقعات کرامت میں سے ایک اہم تاریخی واقعہ ہے اس واقعہ میں خود میرے (راقم الحروف کے) دادا حاجی عبدالنبی قادریؒ بھی شاہد کی حیثیت سے شامل تھے جو اعلیٰ حضرت ہی کے مریدین میں سے تھے یہ واقعہ ان کے سامنے پیش آیا تھا اور وہ اس واقعہ کو اپنی وفات سے قبل تک اکثر اپنے احباب میں بیان کیا کرتے تھے انھوں نے ۱۹۴۹ء میں کراچی میں بعمر ۹۴ سال عین جمعہ کے روز وفات پائی اور وہ دن بارہ ربیع الاوّل کا دن تھا بقول ان کے یہ واقعہ کرامت اعلیٰ حضرت کے وصال (۱۹۲۱ء) سے چند ماہ قبل کا واقعہ ہے ہوا یوں تھا کہ اعلیٰ حضرت کا اکثر سلطان الہند خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیریؒ کی خانقاہ میں عرس غریب نواز کے موقعہ پر وعظ ہوا کرتا تھا اور اس وعظ کا اہتمام خود خانقاہ شریف کے "دیوان" صاحب کیا کرتے تھے جس میں علماء فضلا دور دور سے آکر وعظ سننے کے لیے شرکت کرتے بعض دفعہ دکن کے حکمران نظام دکن میر محبوب علی خان اور میر عثمان علی خاں بھی اس وعظ میں شریک ہوتے رہے اعلحضرتؒ کا وعظ سننے کے لئے بے شمار خلقت وہاں ہوا کرتی۔

اس مرتبہ جب اعلحضرتؒ بریلی شریف سے اجمیر شریف عرس خواجہ غریب نواز میں حاضری کے لیے جانے لگے تو ان کے ہمراہ دس گیارہ ان کے مریدین بھی تھے انہی میں ایک راقم الحروف کے اُستاد

محترم حضرت مولانا شاہ عبدالرحمٰن قادری بچے پوری تھے جو اعلیٰ حضرت کے شاگرد بھی تھے اور خلیفہ بھی اور دوسرے خود راقم الحروف کے دادا محترم حضرت حاجی عبدالنبی قادری تھے بقیہ اور حضرات تھے دہلی سے اجمیر شریف تک جانے کے لیے بی بی اینڈ سی آئی آر" ریل چلا کرتی تھی دوران سفر جب یہ ریل گاڑی پھلیرہ جنکشن پر پہنچتی تو قریب قریب مغرب کا وقت ہو جاتا تھا۔ پھلیرہ اس دور کے ہند کا بہت بڑا ریلوے جنکشن ہوا کرتا تھا۔ ان تمام دوسری لائنوں سے آنے والے مسافر اجمیر شریف جانے کے لئے اسی میل گاڑی کو پکڑتے تھے۔ اس لیے یہ میل گاڑی پھلیرہ اسٹیشن پر تقریباً چالیس منٹ ٹھہرا کرتی تھی۔ تو خود راقم الحروف نے بھی پارٹیشن سے قبل کے دور میں اجمیر شریف حاضری دینے کے لیے اسی گاڑی سے کئی بار سفر کیا۔ اور پھلیرہ جنکشن کا حال دیکھا۔

بہرکیف جب اعلحضرت سفر کر رہے تھے تو پھلیرہ جنکشن پر پہنچتے ہی مغرب کی نماز کا وقت ہو گیا اعلیٰ حضرت نے اپنے ساتھ والے مریدین سے فرمایا کہ نماز مغرب کے لیے جماعت پلیٹ فارم پر ہی کر لی جائے۔ چنانچہ چادریں بچھا دی گئیں اور لوگوں میں سے جن کا وضو نہ تھا انہوں نے تازہ وضو کر لیا۔ اعلحضرت ہر وقت باوضو رہتے چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ میرا وضو ہے اور امامت کے لیے آگے بڑھے اور پھر فرمایا کہ آپ سب لوگ پورے اطمینان کے ساتھ نماز ادا کریں۔ انشاء اللہ گاڑی ہرگز اس وقت تک نہ جائے گی جب تک کہ ہم لوگ نماز پورے طور سے ادا نہیں کر لیتے ہیں۔ آپ لوگ قطعاً

اس بات کا فکر نہ کریں اور پوری یکسوئی کے ساتھ نماز ادا کریں یہ فرما کر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے امامت کرتے ہوئے نماز پڑھانا شروع کر دی۔ مغرب کے فرضوں کی جب ایک رکعت ختم کر چکے تو ایک دم گارڈ نے وہسل (WHISTLE) دے دی۔ پلیٹ فارم پر دیگر بکھرے ہوئے مسافر تیزی کے ساتھ اپنی اپنی سیٹوں پر گاڑی میں سوار ہو گئے مگر آپ کے پیچھے نمازیوں کی یہ جماعت پورے استغراق کے ساتھ نماز میں اسی طرح برابر مشغول رہی دوسری رکعت مغرب کے فرائض کی چل رہی تھی گارڈ نے اب تیسری اور آخری وہسل بھی دے دی مگر ہوا کیا کہ گاڑی کا انجن آگے کو نہ سرکتا تھا میل گاڑی (MAIL) تھی کوئی معمولی پسنجر گاڑی نہ تھی۔ اس لیے ڈرائیور اور گارڈ سب پریشان ہو گئے کہ آخر یہ ہوا کیا کہ گاڑی آگے نہیں جاتی۔ کسی کے سمجھ میں نہیں آیا۔ انجن کو ٹیسٹ کرنے کے لیے ڈرائیور نے گاڑی کو پیچھے کی طرف دھکیلا تو گاڑی پیچھے کی سمت چلنے لگی، انجن بالکل ٹھیک تھا مگر جب ڈرائیور اسی انجن کو آگے کی طرف دھکیلتا تو انجن رک جاتا تھا آخر اتنے میں اسٹیشن ماسٹر جو انگریز تھا اپنے کمرہ سے نکل کر پلیٹ فارم پر آیا اور اس نے ڈرائیور سے کہا کہ انجن کو گاڑی سے کاٹ کر دیکھو آیا چلتا ہے یا نہیں۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ انجن کو گاڑی سے کاٹ کر جب چلایا تو بخوبی پوری رفتار سے چلا، کوئی اس میں خرابی نظر نہ آئی مگر جب ریل کے ڈبوں کے ساتھ جوڑ کر اسی انجن کو چلایا گیا تو وہ پھر اسی طرح جام ہو گیا اور ایک اینچ بھی آگے کو نہ چلا۔ ریل کا ڈرائیور اور سب لوگ

بڑے حیران و پریشان کہ آخر یہ ماجرہ کیا ہے کہ انجن ریل کے ساتھ جڑ کر آگے کو نہیں جاتا۔ اسٹیشن ماسٹر نے گارڈ سے پوچھا جو نمازیوں کے قریب ہی کھڑا تھا کہ یہ کیا بات ہے کہ انجن الگ کر دو تو چلنے لگتا ہے اور ڈبوں کے ساتھ جوڑ دو تو بالکل پٹڑی پہ جام ہو کر رہ جاتا ہے وہ گارڈ مسلمان تھا اس کے ذہن میں بات آ گئی اس نے اسٹیشن ماسٹر کو بتایا کہ سمجھ میں یہ آتا ہے کہ یہ بزرگ جو نماز پڑھا رہے ہیں کوئی بہت بڑے ولی اللہ معلوم ہوتے ہیں یقیناً اس کے علاوہ اور کوئی ٹیکنیکل وجہ نہیں۔ اب جب تک کہ یہ بزرگ اور ان کی جماعت نماز ادا نہیں کر لیتی یہ گاڑی مشکل ہی سے چلے۔ یہ خدا تعالےٰ کی طرف سے ان ولی اللہ کی کرامت معلوم ہوتی ہے بس اب ان کے نماز ادا کرنے تک تو انتظار ہی کرنا پڑے گا۔ اسٹیشن ماسٹر اگرچہ انگریز تھا مگر وہ اولیاء اللہ کو مانتا تھا اس کے یہ بات سمجھ میں آ گئی اور وہ کہنے لگا کہ بلاشبہ یہی بات معلوم ہوتی ہے چنانچہ وہ نمازیوں کی جماعت کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔ نماز میں اعلیٰ حضرت کا اور ان کے مریدین کا اس قدر استغراق عبادت اور خشوع و خضوع کا یہ روح پرور منظر دیکھ کر بیحد متاثر ہوا۔ انگریزی اس کی مادری زبان تھی مگر وہ اردو اور فارسی کا بھی ماہر تھا اور بے تکلف اردو میں کلام کرتا تھا۔ گارڈ کے ساتھ اس کی یہ ساری گفتگو اردو ہی میں تھی۔

غرض اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے سلام پھیرا اور پھر با آواز بلند درود شریف پڑھ کر دعا مانگنے میں مصروف ہو گئے جب یہ دعا سے فارغ ہوئے تو آگے بڑھ کر نہایت ادب کے ساتھ اسٹیشن

ماسٹر (انگریز) نے اُردو ہی میں عرض کیا کہ حضرت! ذرا جلدی فرمائیں، یہ گاڑی آپ ہی کی مصروفیت عبادت کے سبب چل نہیں رہی اعلیٰحضرت نے فرمایا کہ بس ابھی نماز پڑھ کر ہم لوگ تھوڑی دیر میں فارغ ہونگے اور انشاء اللہ پھر گاڑی چلے گی۔ آپ جانتے ہیں کہ یہ نماز کا وقت ہے کوئی بھی سچا مسلمان نماز قضا نہیں کر سکتا۔ نماز ہر مسلمان پر فرض ہے فرض کو کیسے چھوڑا جائے۔ گاڑی انشاء اللہ نہیں جائیگی جب تک کہ ہم لوگ اطمینان کے ساتھ نماز ادا نہیں کر لیتے۔ اسٹیشن ماسٹر پر اسلام کی روحانی ہیبت طاری ہو گئی۔ اعلیٰحضرت اور ان کے مریدین نے سکون کے ساتھ جب نماز پورے طور پر ادا کر لی اور دعا پڑھ کر فارغ ہوئے تو اعلیٰحضرت نے پاس ہی کھڑے ہوئے انگریز اسٹیشن ماسٹر سے فرمایا کہ انشاء اللہ اب گاڑی چلے گی ہم سب نماز سے فارغ ہو گئے ہیں یہ کہا اور بمعہ اپنے سب ہمراہیوں کے گاڑی میں بیٹھ گئے گاڑی نے سیٹی دی اور چلنے لگی۔ اسٹیشن ماسٹر نے اپنے انداز میں سلام کیا اور آداب بجالایا مگر اس واقعہ کرامت کا اس کے ذہن اور دل پر بڑا گہرا اثر پڑا۔

بہر کیف گاڑی کے ساتھ اعلیٰحضرت اور ان کے یہ چند مریدین تو اجمیر شریف روانہ ہو گئے مگر اسٹیشن ماسٹر سوچ میں پڑ گیا رات بھر وہ اسی غور و فکر میں رہا، اس کو نیند نہ آئی صبح اٹھا تو چارج اپنے ڈپٹی کو سنبھلا کر بمعہ اپنے افراد خاندان کے حاضری کے لیے اجمیر شریف کو چل پڑا۔ تاکہ وہاں درگاہ خواجہ غریب نواز میں حاضر ہو

کہ اعلیٰ حضرت کے دست مبارک پر اسلام قبول کرے۔ جب اجمیر شریف پہنچا تو دیکھا کہ درگاہ شریف کی شاہجہانی مسجد میں اعلیٰ حضرت کا ایمان افروز وعظ ہو رہا ہے وہ وعظ میں شریک ہوا۔ بیان سُنا اور جب وعظ ختم ہوا تو قریب پہنچ کر اس نے اعلیٰ حضرت کے ہاتھ چوم لیئے اور عرض کیا کہ جب سے آپ بھلیرہ اسٹیشن سے ادھر روانہ ہو رہے ہیں میں اس قدر بے چین ہوں کہ مجھے سکون نہیں آتا، آخرا پنے افراد خاندان کے ہمراہ یہاں حاضر ہو گیا ہوں۔ اور اب آپ کے دست مبارک پر اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں آپ کی یہ روحانی کرامت دیکھ کر مجھے اسلام کی آسمانی صداقت کا یقین کامل ہو گیا ہے اور مجھے پتہ چل گیا ہے کہ بس اسلام ہی خدائے تعالےٰ کا سچا دین ہے چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی نے ہزار ہا زائرین دربار خواجہ کے سامنے اس انگریز کو اور اس کے نو افراد خاندان کو وہیں کلمہ پڑھایا اور مسلمان کیا اور خود اس کا اسلامی نام بھی غوث پاک کے نام پر عبدالقادر رکھا۔ حالانکہ اس کا انگریزی نام رابرٹ (ROBERT) تھا اور وہ رابرٹ صاحب کے نام سے مشہور تھا آپ نے اس کو مسلمان کرنے کے بعد سلسلہ قادریہ میں اپنا مرید بھی کیا اور پھر ہدایت فرمائی کہ ہمیشہ اتباع سنت کا خیال رکھنا۔ نماز کسی وقت نہ چھوڑنا، نماز روزہ کی پابندی بہت ضروری ہے اور جب موقعہ ملے تو حج پہ بھی ضرور جانا اور زکوٰۃ بھی ادا کرنا اور ہمیشہ خدمت دین کا خیال رکھنا اس لئے کہ اسلام کا پھیلانا بھی قرآن پاک نے ہر مسلمان کے لیئے ضروری قرار دیا ہے۔ اپنے وطن بھی جب جاؤ تو وہاں بھی دین کو پھیلانے کی

خدمت انجام دینا۔ یہ بہت بڑی سعادت ہے اب خود بھی قرآن پاک کی تعلیم حاصل کرو اور اپنے ان تمام افرادِ خاندان کو بھی قرآن پاک کی تعلیم دلواؤ۔ غرض آپ نے اسلام اس کے دل میں اتار دیا۔ اور اپنی عارفانہ جنبشِ نگاہ سے اس کے شیشہ دل کو عشقِ رسول پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) کے عطر سے بھر کر اس کی روح کو مہکا دیا وہ اسلام کا شیدا و وارفتہ ہو گیا۔

اس انگریز اور ایک عظیم انگریز کے اس قبول اسلام کا یہ واقعہ اس وقت کا ایک اہم واقعہ تھا اس لیے کہ یہ انگریز کوئی معمولی درجہ کا انگریز نہ تھا بلکہ ایک ایسے گھرانہ کا فرد تھا جس کے بہت سے افراد ہندوستان میں اور اسی طرح انگلستان میں مناصب جلیلہ پر فائز تھے اہل علم اور باوقار لوگ تھے اور عیسائی مشن کی بڑی سرپرستی کیا کرتے تھے اس انگریز کے بمعہ افراد خاندان مسلمان ہو جانے کے اس واقعہ سے عیسائی مشنریوں کے جرگہ میں ہل چل پڑ گئی۔ مذہب کے میدان میں ان کی بوئی ہوئی ساری سفید کپاس جل گئی یعنی گورے گھبرا گئے۔ ان کے پادری بوکھلا گئے۔ یہ کیا کم انقلابی واقعہ تھا۔

پھر اس نو مسلم انگریز نے جیسا کہ بزرگوں نے بتایا، زندگی بھر اسلام کی بڑی خدمت کی، وہ پھر قرآن کریم ختم کرنے کے بعد ہندوستان سے وطن واپس لوٹ گیا اور پھر وہاں جا کر اسلام کی خدمت کے لیے وقف ہو گیا۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی روحانی کرامت اور عارفانہ جنبشِ نگاہ نے اس کی ساری کایا پلٹ دی۔ اسے آشنائے عشق رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کر کے کام کا آدمی بنا دیا۔ منزل پر پہنچا

دیا، اس کو ملت اسلامیہ کا ایک مستحکم ستون بنا دیا، اولیاء اللہ نے ہمیشہ اسی طرح انقلابی طور پر اسلام پھیلایا اور پرچم اسلام کو سربلند کیا۔ ان کا ہر نقش قدم ایک مسلمان کو نجات کی راہ دکھاتا ہے اور ببانگ دہل یہ دعوت دیتا ہے کہ ہمیشہ اولیاء اللہ کے نقش قدم پر چل کر دین کی بے لوث خدمت انجام دو اور اتباع سنت کا پورا خیال رکھو۔ بس نجات اسی میں ہے

نوٹ: مشتے نمونہ از خروارے چند کرامات کا ذکر ہوا ہے تفصیل فقیر نے کرامات اعلیٰ حضرت میں لکھی ہے۔

فقط والسلام

ھذا آخر ما رقمہ قلم الفقیر القادری ابی الصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ ۲۹ محرم ۱۴۱۹ھ بہاولپور پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محبوبِ خدا کی ہے فقط ذات تری
تفسیر ہے قرآن کی ہر بات تری
قربان میں اس بات پہ لاکھوں صبحیں
گزری ہے جو معراج میں اک رات تری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیشِ نظر وہ نوبہار سجدے کو دل ہے بے قرار
روکیے سر کو روکیے ہاں یہی امتحان ہے
خوف نہ رکھ رضا ذرا تو تو ہے عبدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
تیرے لیے امان ہے تیرے لیے امان ہے

از اعلیحضرت فاضل بریلوی

بسم الله الرحمن الرحيم

وان تعدوا نعمة الله لا تحصوها ان الله لغفور رحيم

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا
نور دن دونا تیرا دے ڈال دے صدقہ نور کا

اے رضا یہ احمد نوری کا فیض نور ہے
ہو گئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

امام احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا
نور دن دونا تیرا دے ڈال دے صدقہ نور کا

اے رضا یہ احمد نوری کا فیض نور ہے
ہو گئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

امام احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ تعالی علیہ